Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

“Pakistani Multicultural Society and the Concept of Nationalism: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings"

پاکستانی کثیر الثقافتی معاشرہ اور نظریہ قومیت :اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

Syed Waqas Jafri
PhD Scholar Islamic Studies Riphah International University Faisalabad Campus
Email: waqasjafri@yahoo.com

Prof. Dr. Muddassir Ahmad
Chairman, Islamic Studies Riphah International University Faisalabad Campus

Prof. Dr. Sajid Asdullah
Islamic Studies Riphah International University Faisalabad Campus

ABSTRACT

This study examines the concept of nation and nationalism within historical, sociological, and Islamic perspectives. Nationalism is not confined to racial or geographical boundaries; rather, it is a multidimensional phenomenon shaped by language, culture, religion, and shared history. In Islamic thought, nationalism is envisioned as the formation of a community grounded in faith, brotherhood, justice, and equality. The Qur’an and the Sunnah emphasize that true collective identity lies in obedience to Allah and His Messenger (peace be upon him), transcending ethnic and linguistic divisions.

In the context of Pakistan, the question of nationalism assumes particular significance, as the country represents a multi-cultural and multi-lingual society where diverse ethnic groups coexist. While this plurality presents challenges for national cohesion, Islamic principles provide a framework capable of transforming such diversity into unity. Drawing upon the insights of scholars and a range of academic works, this study explores different dimensions of nationalism and highlights the pivotal role of Islamic teachings in nation-building. The findings suggest that Islam not only offers an ideological foundation for the construction of a collective identity but also practical guidance for fostering an integrated and united nation. Consequently, Pakistan’s multicultural composition, if grounded in Islamic principles, can serve as a source of national harmony and sustainable development.

Keyword :Nationalism, Multicultural Society, Islamic Teachings, National Cohesion, Pakistan

اسلامی تعلیمات میں قومیت کا تصور ایک ایسی امت کی تشکیل پر زور دیتا ہے جس کی بنیاد ایمان، اخوت، عدل اور مساوات پر ہو۔ قرآن و سنت کی روشنی میں واضح ہے کہ اصل قومیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور انسانوں کے درمیان بھائی چارہ ہے، جو نسلی یا لسانی تفریق سے بالاتر ہے۔ قومیت محض نسلی یا جغرافیائی اکائی تک محدود نہیں بلکہ زبان، ثقافت، مذہب اور تاریخ پر مبنی ایک ہمہ جہت نظریہ ہے۔

پاکستان کے تناظر میں قومیت کا مسئلہ مزید اہم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ایک

کثیر الثقافتی اور کثیرلسانی ملک ہے جہاں مختلف قومیں اور ثقافتیں یکجا ہیں۔ اس تنوع نے قومی یکجہتی کے چیلنجز کو جنم دیا ہے لیکن اسلامی اصول ان اختلافات کو ہم آہنگی اور وحدت میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس تحقیق میں مختلف ماہرین کی آراء اور علمی کتب کی روشنی میں قومیت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے، اور اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اسلامی تعلیمات پاکستان کی قومی تعمیر میں نہ صرف نظریاتی بنیاد فراہم کرتی ہیں بلکہ عملی سطح پر ایک مربوط اور متحد قوم کی تشکیل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتی ہیں۔ نتیجتاً، پاکستانی معاشرے کو درپیش کثیر الثقافتی تنوع، اگر اسلامی اصولوں پر استوار ہو، تو قومی ہم آہنگی اور پائیدار ترقی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

انسانی معاشروں میں قومیت اور ریاست کے تصورات وقت کے ساتھ ارتقائی مراحل سے گزرے ہیں۔ قدیم ادوار میں قومیت زیادہ تر نسل، جغرافیہ، اور ثقافتی وحدت پر مبنی تھی، جبکہ ریاست کی تشکیل طاقتور حکمرانوں، قبائلی سرداروں، یا مذہبی پیشواؤں کی قیادت میں ہوئی۔ ان تصورات کو ماقبل شرائع (وحی سے پہلے) اور بعد از نبوت (وحی کے بعد) کے تناظر میں سمجھنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ قومیت اور ریاست کے نظریات میں وحی الٰہی اور نبوی تعلیمات نے کس طرح تبدیلیاں کی۔

ماقبل شرائع:

وحی سے قبل قومیت کا بنیادی تصور قبائلی، نسلی، اور جغرافیائی وابستگی پر قائم تھا۔ ریاستوں کی تشکیل زیادہ تر طاقت، جنگوں، اور سیاسی جوڑ توڑ سے ہوتی تھی۔قومیت کا تصور انسانی تاریخ میں ابتدا ہی سے موجود رہا ہے، تاہم وحی سے قبل یہ تصور نسل، قبیلہ، زبان اور جغرافیہ کی بنیادوں پر قائم تھا۔ ان ادوار میں ریاستی ساخت مذہبی عقائد، جغرافیائی وسعت، اور جنگی طاقت پر منحصر تھی۔ اقتدار کی بنیاد زیادہ تر سیاسی اتحاد، طاقت کے استعمال، اور خاندانی تسلسل پر تھی۔ ایسے معاشروں میں فرد کی شناخت کا مرکز اس کا قبیلہ یا نسل ہوا کرتا تھا، نہ کہ کوئی نظریاتی یا قانونی وحدت۔

قبائلی اور نسلی بنیاد پر قومیت

قومیت کا تصور تاریخی طور پر مختلف تہذیبوں اور ادوار میں مختلف معانی رکھتا رہا ہے۔ معاصر قومی ریاستوں کے قیام اور قومیت کے تصور کی تشکیل میں قدیم تہذیبوں، یونانی فلسفہ، رومی قانون، اور اسلامی تعلیمات نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ قومیت کا تصور تاریخی طور پر مختلف تہذیبوں اور ادوار میں مختلف معانی رکھتا رہا ہے۔ معاصر قومی ریاستوں کے قیام اور قومیت کے تصور کی تشکیل میں قدیم تہذیبوں، یونانی فلسفہ، رومی قانون، اور اسلامی تعلیمات نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ مندرجہ ذیل جائزہ میں ان تاریخی اور فکری بنیادوں کو مغربی مفکرین کی آرا کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ واضح ہو کہ معاصر قومیت کیسے مختلف فکری روایات کی پیداوار ہے۔ مندرجہ ذیل جائزہ میں ان تاریخی اور فکری بنیادوں کو مغربی مفکرین کی آرا کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

قدیم تہذیبوں میں قومیت کا تصور

میسوپوٹامیا (Babylonian Civilization) اور قدیم مصر میں قومیت کا تصور

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

مذہب اور بادشاہت سے منسلک تھا۔ فرعون کو دیوتا کا نائب سمجھا جاتا تھا، اور ریاست کی بقا اسی عقیدے سے جڑی تھی۔ ہامورابی کے قوانین (Hammurabi's Code) نے اس وقت کے معاشرتی اور قانونی اصول مرتب کیے، جو قومیت کی تشکیل میں اہم تھے۔ قوم کا اتحاد مذہبی نظریات، بادشاہ کی طاقت، اور اخلاقی ضابطوں سے بندھا ہوتا تھا، جو قومیت کو ایک روحانی حیثیت بھی دیتا تھا۔[1]اس نمونہ سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ قومیت صرف زمین یا نسل کا نام نہیں، بلکہ عقیدہ اور قانون بھی اس کی تشکیل میں بنیادی کردار رکھتے ہیں۔

یونانی شہری ریاستیں:یونان میں قومیت کا تصور شہری ریاست (City-State) کی بنیاد پر تھا۔ ایتھنز اور اسپارٹا میں قومیت کی شناخت زبان، ثقافت، اور جغرافیائی وحدت پر ہوتی تھی۔ ارسطو نے کہا کہ "ایک مثالی قوم وہی ہے جو سیاسی وحدت اور ثقافتی یکسانیت پر قائم ہو" ۔[2]یونانی مفکرین کے نزدیک قومیت محض سرزمین سے وابستگی نہ تھی، بلکہ عقلی، تہذیبی، اور سیاسی اصولوں کی مطابقت بھی اس کا جوہر تھی۔یونانی تصور قومیت ہمیں فکری ہم آہنگی، تعلیم، اور جمہوریت کی بنیاد پر قوم بنانے کا نظریہ فراہم کرتا ہے۔

روم کی سلطنت:رومی سلطنت میں قومیت کی تعریف ریاست کی وفاداری پر تھی۔ رومی شہری ہونے کا مطلب ایک مشترکہ قانونی اور سیاسی شناخت رکھنا تھا۔ قانون کی بالادستی قومیت کا مرکز بن گئی، جو جدید قومی ریاستوں کے نظریات کی بنیاد ثابت ہوئی ۔[3]روم میں قومیت ایک عملی نظریہ تھا، جو شہری حقوق، فرائض، اور قانون کے احترام پر استوار تھا۔

دورِجاہلیت کے عرب معاشرت میں تصورِقومیت:

اسلام سے پہلے کے عرب معاشرے میں قومیت کا تصور خاص طور پر قبائلی نظم، خاندانی تعلق، اور عصبیت پر مبنی تھا۔ یہ قومیت خالصتاً نسلی اور خاندانی برتری کے اظہار کا ذریعہ تھی۔ ریاست کی کوئی مربوط شکل موجود نہ تھی، اور ہر قبیلہ ایک علیحدہ خودمختار یونٹ کی صورت رکھتا تھا۔ عربوں کی معاشرتی ساخت ہمیں ایک "قبل از ریاست" قومیت کا نمونہ دکھاتی ہے۔

عرب قبائل اور عصبیت:

عربوں کے ہاں قومیت کی بنیاد قبائل پر تھی۔ ہر قبیلہ اپنی شناخت، نسب، اور مشترکہ رسم و رواج پر قائم تھا۔ عصبیت کا تصور اتنا مضبوط تھا کہ جنگیں بھی قبیلوں کی برتری کے لیے لڑی جاتی تھیں، جیسا کہ "ایام العرب" کی جنگوں میں دیکھا جاسکتا ہے [4]۔ قبیلہ ہی فرد کی قوت، شناخت اور عزت کا ذریعہ تھایہ ماڈل بتاتا ہے کہ قومیت کی بنیاد نسلی رشتہ داری اور وفاداری کے اصول پر تھی، نہ کہ کسی

[1] - Kramer, Samuel Noah. The Sumerians: Their history, culture, and character. University of Chicago Press, 2010.

[2] - Russell, Daniel C. "D. Keyt (trans.): Aristotle: Politics Books V and VI. Pp. xvii+ 265. Oxford: Clarendon Press, 1999. Paper,£ 14.99. ISBN: 0-19-823536-4." The Classical Review 50, no. 1 (2000): 282-283.

[3] - Garnsey, Peter, and Richard Saller. The Roman Empire: economy, society and culture. Univ of California Press, 2015.

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

نظریاتی یا قانونی ضابطے پر۔

قریش کی برتری:

قریش کو عرب معاشرے میں خاص مقام حاصل تھا، کیونکہ وہ خانہ کعبہ کے متولی تھے اور مکہ کے تجارتی نظام پر بھی ان کا کنٹرول تھا۔[4]ان کی مذہبی اور اقتصادی حیثیت نے انہیں قبائل میں برتر مقام عطا کیا، اور ان کا اثر و رسوخ پورے عرب میں محسوس کیا جاتا تھا۔قریش کی حیثیت اس بات کا ثبوت ہے کہ قومیت میں مذہب، تجارت اور تاریخ تینوں عوامل کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

بعد از نبوت ،قومیت اور ریاست کا تصور:

جب اسلام کا ظہور ہوا تو قومیت کا تصور مکمل طور پر ایمانی وحدت پر استوار کر دیا گیا، جس نے نسلی اور قبائلی قومیت کی جگہ ایک عالمی نظریاتی برادری کو فروغ دیا۔ اسلامی تعلیمات نے انسانیت، عدل، اور بھائی چارے کو قومیت کی بنیاد بنایا، جس سے ایک عالمی امت مسلمہ کا تصور ابھرا۔یہ تاریخی جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ قومیت کا تصور وقت کے ساتھ ساتھ مختلف تہذیبوں اور فکری مکاتب میں مختلف معانی اختیار کرتا رہا ہے، اور اسلامی تعلیمات نے اس تصور کو ایک نئی جہت دی۔اسلام سے قبل انسانوں کے درمیان تفریق کی بنیاد نسل، زبان، اور قبیلے کی وابستگی تھی۔ یہ تفریق انسانوں کو ایک دوسرے سے دور رکھنے اور امتیازی سلوک کو جواز دینے کا ذریعہ بن چکی تھی۔قرآن مجید نے اس تصور کو چیلنج کرتے ہوئے ایک نیا اصول دیا، جو انسانیت کی وحدت اور تقویٰ پر مبنی عزت و فضیلت کو واضح کرتا ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ" [5]۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یہ آیت انسانی برابری اور روحانی فضیلت کی بنیاد بن گئی، اور اسلامی نظریہ قومیت میں تقویٰ کو معیار قرار دیا گیا، نہ کہ نسلی یا جغرافیائی وابستگی کو۔

مہاجر و انصار اور مواخات مدینہ:نبی کریم ﷺ نے مواخات مدینہ کے ذریعے قبائلی تفریق ختم کر کے اسلامی اخوت پر مبنی قومیت کی بنیاد رکھی، جہاں مہاجرین اور انصار کو بھائی بھائی بنا دیا گیا[6] ۔ اسلامی معاشرے کی عملی تشکیل نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد ہوئی، جہاں مختلف قبائل، مذاہب اور معاشرتی طبقات موجود تھے۔ ان میں اتحاد پیدا کرنا ایک بڑا چیلنج تھا۔

اسی پس منظر میں نبی کریم ﷺ نے "مواخات مدینہ" قائم کی، جس کے تحت مہاجرین (مکہ سے آئے ہوئے مسلمان) اور انصار (مدینہ کے مقامی مسلمان) کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا گیا۔ اس اقدام نے قبائلی تفریق کو ختم کر کے ایک

---

[4] - Zaimeche, Salah. "Muslim historians." Foundation for Science Technology and Civilization (2007): 1-18.

[5]۔الحجرات: 13

[6]۔ ابن سعد، *الطبقات الكبرى*، تحقيق: محمد عبد القادر عطا (بيروت: دار الكتب العلمية، 1990)، 1:234.

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

نظریاتی اور روحانی اخوت کی بنیاد رکھی۔

یہ مواخات اس بات کی علامت تھی کہ اسلامی قومیت کا مرکز و محور ایمان، اخوت، اور مساوات ہے، نہ کہ خونی رشتے یا قبیلے۔

اسلامی ریاست کا قیام؛

میثاقِ مدینہ:نبی کریمﷺ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے پہلی مرتبہ ریاست کو نظریاتی وحدت پر استوار کیا، جہاں مختلف قبائل اور مذاہب کو ایک ریاستی نظام میں شامل کیا گیا۔[7] نبی کریم ﷺ نے صرف مذہبی اور روحانی تحریک ہی برپا نہ کی، بلکہ ایک مربوط اور منظم ریاست کی بنیاد بھی رکھی۔ مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے "میثاقِ مدینہ" کے نام سے ایک تحریری معاہدہ ترتیب دیا، جو تاریخ کا پہلا نظریاتی دستور بھی مانا جاتا ہے۔

اس معاہدے میں مسلمانوں، یہودیوں، اور دیگر قبائل کو ایک سیاسی وحدت میں جمع کیا گیا، اور یوں مختلف قوموں اور مذاہب پر مشتمل ایک ریاستی نظم قائم ہوا۔میثاقِ مدینہ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس نے نظریاتی، قانونی، اور معاشرتی بنیادوں پر ریاست کی تشکیل کا نمونہ پیش کیا، جس میں عدل، مساوات، اور شہری حقوق کی ضمانت دی گئی۔

خلافت کا آغاز:نبی کریمﷺ کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوا، جو ایک بین الاقوامی امت پر مشتمل تھا۔ اسلامی ریاست کی اساس جغرافیہ، نسل یا قبیلے کے بجائے دین کی بنیاد پر رکھی گئی، جس نے موجودہ قومی ریاستوں کے برعکس ایک عالمی اخوت کو جنم دیا۔[8] نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے خلافت کا نظام قائم کیا، جسے اسلامی ریاست کا تسلسل قرار دیا جا سکتا ہے۔ خلافت کا مطلب صرف حکمرانی نہیں بلکہ ایک نظریاتی امت کی قیادت تھی۔

اسلامی خلافت کی بنیاد نہ نسل تھی، نہ جغرافیہ، اور نہ زبان؛ بلکہ اس کی بنیاد ایمان، شریعت، اور مشترکہ مقصد تھا۔

خلافت کے نظام نے دنیا کو یہ تصور دیا کہ قومیت کسی خاص قوم، نسل یا سرزمین کی اجارہ داری کا نام نہیں بلکہ تمام انسانوں کو ایک نظریہ، ایک رب اور ایک نظامِ عدل کے تحت جوڑنے کا نام ہے۔

اسلام سے پہلے قومیت اور ریاست زیادہ تر قبائلی، نسلی اور جغرافیائی وابستگی پر مبنی تھی، جبکہ اسلام نے ایمانی وحدت کو بنیاد بنا کر ایک نئی نظریاتی قومیت متعارف کروائی۔ نبی کریمﷺ کے بعد خلافت نے اس تصور کو عملی شکل دی، جس میں ریاست کا قیام نظریہ اور شریعت کی بنیاد پر ہوا، نہ کہ جغرافیائی یا نسلی بنیاد پر۔ یہ تصور جدید قومی ریاست -کے اصولوں سے مختلف تھا، جو 17ویں صدی میں ویسٹ فیلیا معاہدے (1648) کے بعد وجود میں آیا۔

معاصر قومی ریاستوں کا تصورِ قومیت:

عصرِ حاضر میں قومیت ایک ایسا تصور ہے جو جدید ریاستی ڈھانچے کی تشکیل اور اس کے استحکام میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ موجودہ دور کی سیاسی

7۔ محمد حمید اللہ، *دنیا کا پہلا تحریری دستور*)لاہور: شیخ محمد اشرف، 1975)، 17–22.

8۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، *خلافت و ملوکیت*)لاہور: اسلامی پبلیکیشنز، 1966)، 23–25.

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

حرکیات، ریاستی خودمختاری اور سماجی شناخت کے مباحث میں قومیت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ قومیت کی بنیاد پر اقوام نے اپنی شناخت، اقتدار اعلیٰ (sovereignty)، اور خودمختاری کو منوانے کے لیے مختلف ادوار میں جدوجہد کی ہے۔ اس تصور کے مطابق قوم وہ انسانی گروہ ہے جو ایک مخصوص جغرافیائی خطے، مشترکہ زبان، ثقافت، تاریخ اور نسلی پس منظر کی بنیاد پر ایک علیحدہ سیاسی و سماجی شناخت رکھتا ہے۔ ایریک ہابز بام کے مطابق: "قومیں محض تاریخی ارتقا کا نتیجہ نہیں بلکہ سماجی طور پر تخلیق کردہ تصورات ہیں، جو مخصوص سیاسی اور اقتصادی ضروریات کے تحت ابھرتی ہیں"۔ قومی ریاستوں کی تشکیل کے مختلف تاریخی، سماجی اور فکری عوامل ہیں جنہوں نے جدید دنیا میں قومیت کو ایک مرکزی حیثیت دی۔ یوں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قومیت کا تصور نہ صرف ماضی کی سیاست کو متاثر کرتا رہا ہے بلکہ عصر حاضر کے عالمی اور مقامی تناظرات میں بھی اس کا کردار مسلسل تبدیل ہو رہا ہے۔

معاصر دنیا میں قومیت کا تصور کئی نظریاتی اور عملی پہلو رکھتا ہے جن کا مطالعہ آج کے سیاسی فہم کے لیے نہایت ضروری ہے۔ قومیت کے فلسفیانہ اور سماجی اجزاء کو سمجھنے کے لیے اس کے بنیادی عناصر کو جاننا از حد ضروری ہے تاکہ اس تصور کی گہرائی اور اس کے اثرات کو بہتر طور پر واضح کیا جا سکے۔ اس ضمن میں قومیت کے تین نمایاں پہلو درج ذیل ہیں:

ثقافتی یگانگت(Cultural Homogeneity)

قوم کی تشکیل میں زبان، ثقافت اور تاریخی پس منظر اہم ترین عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک جیسی اقدار، رسم و رواج، اور مشترکہ مذہبی و سماجی شناخت قوم کو متحد رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ انتھونی ڈی. اسمتھ اس تصور کو یوں بیان کرتے ہیں:

> قومیں اس وقت وجود میں آتی ہیں جب مشترکہ ثقافتی روایات کو ایک مخصوص سیاسی نظام میں ادارہ جاتی شکل دی جاتی ہے۔"[9]

مثال کے طور پر، جرمنی اور اٹلی میں انیسویں صدی میں قومی اتحاد کی تحریکوں نے زبان اور ثقافت کو قومیت کی بنیاد بنا کر اپنے قومی ریاستی ڈھانچے قائم کیے[10]۔

قوم کی تشکیل میں زبان، ثقافت اور تاریخی پس منظر اہم ترین عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر قوم کی وحدت اور پائیداری کے لیے ثقافتی ہم آہنگی ایک لازمی ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک جیسی اقدار، رسم و رواج، اور مشترکہ مذہبی و سماجی شناخت قوم کو متحد رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ انتھونی ڈی. اسمتھ اس تصور کو یوں بیان کرتے ہیں: "قومیں اس وقت وجود میں آتی ہیں جب مشترکہ ثقافتی روایات کو ایک مخصوص سیاسی نظام میں ادارہ جاتی شکل دی جاتی ہے۔" مثال کے طور پر، جرمنی اور اٹلی میں انیسویں صدی میں قومی اتحاد کی تحریکوں نے زبان

---

9 -Smith, Anthony D. *Ethno-symbolism and nationalism: A cultural approach*. Routledge, 2009.

10 - Breuilly, John. "Popular Nationalism, State Forms and Modernity." *Nations, Identities and the First World War: Shifting Loyalties to the Fatherland* 6 (2018): 97.

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

اور ثقافت کو قومیت کی بنیاد بنا کر اپنے قومی ریاستی ڈھانچے قائم کیے۔ چنانچہ ثقافتی یگانگت نہ صرف قوم کی نظریاتی بنیاد فراہم کرتی ہے بلکہ اس کی عملی یکجہتی کو بھی ممکن بناتی ہے۔

سیاسی خودمختاری(Political Sovereignty)

معاصر قومیت کا ایک اہم پہلو سیاسی خودمختاری کا حصول ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک قوم اپنے معاملات خود چلائے، اپنے فیصلے خود کرے، اور کسی بیرونی طاقت یا نوآبادیاتی اقتدار سے آزاد ہو۔ نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کرنے والی اقوام میں یہ عنصر خاص طور پر نمایاں رہا ہے۔عائشہ جلال کے مطابق کہ قومیت کا تصور نوآبادیاتی تناظر میں سیاسی خودمختاری کی جدوجہد کا محرک رہا ہے۔[11]ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کی تحریکیں اس تصور کی عملی مثالیں ہیں۔ معاصر قومیت کا ایک اہم پہلو سیاسی خودمختاری کا حصول ہے، جو قوموں کو ان کی خود ارادیت (self-determination) کے حق سے جوڑتا ہے۔ سیاسی خودمختاری صرف ریاستی ڈھانچے کا نام نہیں بلکہ ایک زندہ قوم کے آزادانہ فیصلوں، قانون سازی اور قومی وقار کی علامت ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک قوم اپنے معاملات خود چلائے، اپنے فیصلے خود کرے، اور کسی بیرونی طاقت یا نوآبادیاتی اقتدار سے آزاد ہو۔ نوآبادیاتی نظام سے آزادی حاصل کرنے والی اقوام میں یہ عنصر خاص طور پر نمایاں رہا ہے۔ عائشہ جلال کے مطابق قومیت کا تصور نوآبادیاتی تناظر میں سیاسی خودمختاری کی جدوجہد کا محرک رہا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کی آزادی کی تحریکیں اس تصور کی عملی مثالیں ہیں۔ سیاسی خودمختاری نہ صرف قوموں کے لیے نجات کا ذریعہ بنی بلکہ انہیں عالمی برادری میں اپنی شناخت اور خود مختاری کے قیام کا بھی موقع فراہم کیا۔

علاقائی وابستگی(Territorial Association)

قومی ریاست کا تصور ایک مخصوص جغرافیائی خطے سے وابستہ ہوتا ہے، جہاں قوم اپنی سیاسی خودمختاری کو ادارہ جاتی صورت میں نافذ کرتی ہے۔ ٹیسکے کے مطابق یہ ہے کہ قومی ریاست کی شناخت اس کی علاقائی حدود سے جڑی ہوتی ہے، جہاں وہ اپنے اقتدارِ اعلیٰ کا دعویٰ کرتی ہے[12]۔آج بھی فلسطین اور کردستان جیسی تحریکیں علاقائی بنیاد پر اپنی قومی ریاست کے قیام کے لیے کوشاں ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تصور کس قدر عملی و جاری ہے۔ قومی ریاست کا تصور ایک مخصوص جغرافیائی خطے سے وابستہ ہوتا ہے، جہاں قوم اپنی سیاسی خودمختاری کو ادارہ جاتی صورت میں نافذ کرتی ہے۔ علاقائی حدود صرف نقشے کی لکیریں نہیں بلکہ قومی تاریخ، قربانیوں، اور اجتماعی احساسِ وابستگی کی علامت ہوتی ہیں۔ ٹیسکے کے مطابق یہ ہے کہ قومی ریاست کی شناخت اس کی علاقائی حدود سے جڑی ہوتی ہے، جہاں وہ اپنے اقتدارِ اعلیٰ کا دعویٰ کرتی ہے۔ آج

[11] -Jalal, Ayesha. *The sole spokesman: Jinnah, the Muslim League and the demand for Pakistan*. No. 31. Cambridge University Press, 1994.

[12] - Teschke, Benno. *The myth of 1648: class, geopolitics, and the making of modern international relations*. Verso, 2003.

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

بھی فلسطین اور کردستان جیسی تحریکیں علاقائی بنیاد پر اپنی قومی ریاست کے قیام کے لیے کوشاں ہیں، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تصور کس قدر عملی و جاری ہے۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ علاقائی وابستگی قومیت کی جسمانی بنیاد مہیا کرتی ہے، جو اس کے وجود اور بقاء کے لیے ناگزیر ہے۔

قومی ریاستوں کے تشکیلی عوامل

قومیت کا موجودہ تصور ایک طویل تاریخی عمل کے نتیجے میں تشکیل پایا، جس میں کئی سیاسی و سماجی عوامل کارفرما رہے۔ ان عوامل نے قومی ریاست کے تصور کو ارتقاء کے مراحل سے گزارا، جس سے جدید دنیا میں اس کا ایک مخصوص مقام قائم ہوا۔ یورپ اس ارتقائی عمل کی نمایاں مثال فراہم کرتا ہے، جہاں قومی ریاستوں کی تشکیل نے عالمی سیاسی ڈھانچے کو متاثر کیا۔۔ یورپ اس ارتقائی عمل کی نمایاں مثال فراہم کرتا ہے:

یورپ میں قومی ریاستوں کی تشکیل

ویسٹ فیلیا معاہدہ (1648)

اس معاہدے نے مذہبی جنگوں کے خاتمے اور ریاستی خودمختاری کے اصول کو تسلیم کروایا، جس کے بعد قومی ریاستوں کے قیام کی راہ ہموار ہوئی[13]۔ اس معاہدے نے مذہبی جنگوں کے خاتمے اور ریاستی خودمختاری کے اصول کو تسلیم کروایا، جس کے بعد قومی ریاستوں کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ یہ معاہدہ ریاستوں کے درمیان قانونی برابری، داخلی خودمختاری، اور خود ارادیت جیسے اصولوں کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

فرانسیسی انقلاب (1789)

اس انقلاب نے "قوم" کو ریاستی طاقت کا محور قرار دیا، جس سے شہریوں کو پہلی بار یہ تصور دیا گیا کہ ریاست ان کی نمائندہ ہے، نہ کہ کسی بادشاہ کی جاگیر۔ ہابز بام اس کو قوم پرستی کی بنیاد قرار دیتے ہیں[14]۔ اس انقلاب نے "قوم" کو ریاستی طاقت کا محور قرار دیا، جس سے شہریوں کو پہلی بار یہ تصور دیا گیا کہ ریاست ان کی نمائندہ ہے، نہ کہ کسی بادشاہ کی جاگیر۔ ہابز بام اس کو قوم پرستی کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ یہ انقلاب جدید قومیت کے نظریہ کو نظریاتی طاقت فراہم کرتا ہے۔

جرمنی اور اٹلی کے اتحاد (انیسویں صدی)

ان ریاستوں کی تشکیل میں ثقافتی اور لسانی ہم آہنگی کو بنیاد بنایا گیا۔ یہ تحریکیں اس بات کی عملی مثال تھیں کہ زبان، نسل، اور تاریخ کس طرح ریاستی وحدت کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں[15] ۔ ان ریاستوں کی تشکیل میں ثقافتی اور لسانی ہم

---

13 - Teschke, Manuel. *Konzeption einer Besteuerung des laufenden Ertrags von Netzwerken Nahestehender*. Gabler, 2009.

14 - Hobsbawm, Eric J. *Nations and nationalism since 1780: Programme, myth, reality*. Cambridge university press, 1992.

15 - Breuilly, John. "Popular Nationalism, State Forms and Modernity." *Nations, Identities and the First World War: Shifting Loyalties to the Fatherland* 6 (2018): 97.

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

آہنگی کو بنیاد بنایا گیا۔ یہ تحریکیں اس بات کی عملی مثال تھیں کہ زبان، نسل، اور تاریخ کس طرح ریاستی وحدت کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتی ہیں۔ ان کے تجربات نے دیگر خطوں کے لیے بھی رہنمائی فراہم کی۔

مسلم دنیا اور برصغیر میں قومی ریاستوں کی تشکیل

مسلم دنیا میں قومی ریاستوں کا قیام مغربی قومیت کے تصورات سے کچھ حد تک مختلف تھا کیونکہ اسلامی دنیا میں امت کا تصور زیادہ مضبوط تھا۔ تاہم، جدید دور میں کئی مسلم ریاستیں قومی شناخت کی بنیاد پر قائم ہوئیں، جن میں درج ذیل نمایاں مثالیں شامل ہیں:

پاکستان کا قیام (1947) :

دو قومی نظریہ (Two-Nation Theory) کے تحت ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ایک علیحدہ قومی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا۔ یہ معاصر قومیت کی ایک منفرد مثال ہے کیونکہ اس میں مذہبی شناخت کو بنیاد بنایا گیا[16]۔یہ معاصر قومیت کی ایک منفرد مثال ہے کیونکہ اس میں مذہبی شناخت کو بنیاد بنایا گیا۔

ترکی میں اتاترک کی اصلاحات:

ترکی میں مصطفیٰ کمال اتاترک نے ایک جدید قومی ریاست قائم کی جو سیکولرازم اور ترک قوم پرستی پر مبنی تھی[17] ۔ اسنے خلافت کے روایتی تصور کو ترک کر کے ایک جدید قومی ریاست کی بنیاد رکھی۔

ان مثالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا میں قومیت کا تصور امت اور مذہب کے ساتھ گہرے تعلق میں پروان چڑھا، جس نے اسے ایک منفرد جہت عطا کی۔

معاصر قومی ریاستوں کو درپیش چیلنجز

معاصر دور میں قومی ریاست کا تصور ایک نئے مرحلے میں داخل ہو چکا ہے، جہاں اسے روایتی نظریاتی اور عملی بنیادوں پر کئی چیلنجز کا سامنا ہے۔ ریاستوں کو اب صرف داخلی سطح پر نظم و نسق کا سامنا نہیں بلکہ عالمی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے۔ ان چیلنجز نے ریاست کی خودمختاری، قومی شناخت، اور سماجی ڈھانچے پر براہِ راست اثرات مرتب کیے ہیں۔آج کی دنیا میں قومی ریاستوں کو مختلف چیلنجز کا سامنا ہے جو ان کے روایتی ڈھانچے پر اثر انداز ہو رہے ہیں:

عالمگیریت:(Globalization)

جدید دور میں گلوبلائزیشن قومی ریاستوں کی خودمختاری کو متاثر کر رہی ہے۔ بین الاقوامی معاہدے، تجارتی بلاکس، اور عالمی ادارے (جیسے اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین) قومی ریاستوں کی داخلی پالیسیوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں[18]۔ جدید دور میں گلوبلائزیشن قومی ریاستوں کی خودمختاری کو متاثر کر رہی ہے۔ بین الاقوامی معاہدے،

---

[16] - Al-Azm, Sadik Jalal. "Ces interdits qui nous hantent." *Islam, censure, orientalisme, París* (2008).
[17] -Esposito, Roberto. *Categorías de lo impolítico*. Vol. 3005. Katz editores, 2006.
[18] - Held, Lewis I. *Imaginal discs: the genetic and cellular logic of pattern formation*. Vol. 39. Cambridge: Cambridge University Press, 2002.

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

تجارتی بلاکس، اور عالمی ادارے (جیسے اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین) قومی ریاستوں کی داخلی پالیسیوں پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ گلوبلائزیشن نے معیشت، ابلاغ، تعلیم، اور ثقافت کے میدان میں ایسی وسعت پیدا کی ہے جس کے نتیجے میں قومی ریاستوں کو اپنے روایتی کردار میں رد و بدل کرنا پڑ رہا ہے۔ اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ مقامی صنعتیں، ثقافتی شناختیں، اور سیاسی خودمختاری بیرونی دباؤ کی زد میں آ چکی ہیں۔

کثیر الثقافتی سماج:(Multicultural Societies)

دنیا کے کئی ممالک میں مختلف نسلی اور ثقافتی گروہ ایک ساتھ رہ رہے ہیں، جس سے قومی شناخت اور یکجہتی کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر، امریکہ، برطانیہ اور فرانس میں تارکینِ وطن کی بڑی تعداد وہاں کی قومی شناخت پر اثر انداز ہو رہی ہے[19]۔ دنیا کے کئی ممالک میں مختلف نسلی اور ثقافتی گروہ ایک ساتھ رہ رہے ہیں، جس سے قومی شناخت اور یکجہتی کے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر، امریکہ، برطانیہ اور فرانس میں تارکینِ وطن کی بڑی تعداد وہاں کی قومی شناخت پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ ان سماجوں میں اکثریتی اور اقلیتی ثقافتوں کے درمیان توازن قائم رکھنا ایک اہم چیلنج بن چکا ہے۔ مذہبی آزادی، زبانوں کا تنوع، اور سماجی شمولیت جیسے مسائل قومی ریاستوں کی پالیسی سازی پر نئے سوالات اٹھا رہے ہیں۔

نئی قوم پرستی کی تحریکیں:

کئی خطوں میں نئی قوم پرستی کی تحریکیں جنم لے رہی ہیں جو قومی ریاست کے پرانے تصور کو چیلنج کر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر، اسکاٹ لینڈ، کیٹالونیا اور کردستان میں قوم پرست تحریکیں اپنی خودمختار ریاست کے قیام کے لیے سرگرم ہیں[20] ۔ کئی خطوں میں نئی قوم پرستی کی تحریکیں جنم لے رہی ہیں جو قومی ریاست کے پرانے تصور کو چیلنج کر رہی ہیں۔ مثال کے طور پر، اسکاٹ لینڈ، کیٹالونیا اور کردستان میں قوم پرست تحریکیں اپنی خودمختار ریاست کے قیام کے لیے سرگرم ہیں۔ یہ تحریکیں روایتی ریاستی وحدت کے تصور کو متزلزل کر رہی ہیں اور اپنے الگ تشخص کے لیے سیاسی و قانونی جدوجہد کر رہی ہیں۔ سوشل میڈیا اور عالمی رائے عامہ کی مدد سے یہ تحریکیں پہلے سے کہیں زیادہ مؤثر انداز میں اپنی آواز بلند کر رہی ہیں۔

ان تمام چیلنجز کے باوجود، قومی ریاست کا تصور آج بھی زندہ اور متحرک ہے۔ معاصر تصورِ قومیت جدید قومی ریاستوں کی تشکیل کا بنیادی محرک رہا ہے، تاہم بدلتی دنیا میں اس کا تصور بھی تغیر پذیر ہو رہا ہے۔ قومی ریاستیں اب علاقائی،

---

[19] . Tomasi, John. "Kymlicka, liberalism, and respect for cultural minorities." *Ethics* 105, no. 3 (1995): 580-603.

[20] .Smith, Robert A., Andrew C. von Eschenbach, Richard Wender, Bernard Levin, Tim Byers, David Rothenberger, Durado Brooks et al. "American Cancer Society guidelines for the early detection of cancer: update of early detection guidelines for prostate, colorectal, and endometrial cancers: Also: update 2001—testing for early lung cancer detection." *CA: a cancer journal for clinicians* 51, no. 1 (2001): 38-75.

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

ثقافتی، اقتصادی اور عالمی عوامل کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی کوشش کر رہی ہیں تاکہ اپنی بقا اور ترقی کو یقینی بنا سکیں۔ اگرچہ قومی ریاستوں کو گلوبلائزیشن، کثیر الثقافتی معاشروں اور نئی قوم پرستی کی تحریکوں جیسے چیلنجز درپیش ہیں، لیکن اس کے باوجود قومیت کا نظریہ آج بھی عالمی سیاست میں ایک مؤثر قوت ہے جو مختلف خطوں کی سیاسی حرکیات پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محققین اور ماہرین سیاسیات آج بھی قومیت کے نئے مظاہر اور اس کے اثرات کا گہرا مطالعہ کر رہے ہیں تاکہ عالمی سطح پر اس کے مستقبل کا تعین کیا جا سکے۔

اسلامی مفکرین کی آراء

قومیت اور ریاست کے تصورات انسانی تاریخ میں مسلسل ارتقائی مراحل سے گزرے ہیں۔ قدیم ادوار میں قومیت زیادہ تر نسل، جغرافیہ، زبان، اور ثقافت پر مبنی تھی، جبکہ ریاستوں کی تشکیل طاقتور حکمرانوں، قبائلی سرداروں، یا مذہبی پیشواؤں کے زیرِ اثر ہوتی تھی۔ تاہم، اسلام نے قومیت کا ایک منفرد تصور پیش کیا، جو نسل اور جغرافیہ کے بجائے ایمان، عدل اور مساوات پر مبنی تھا۔ جدید دور میں قومی ریاستوں کے تصور نے اسلامی ریاست کے تصور پر بھی اثر ڈالا، جس پر مختلف اسلامی مفکرین نے اپنی آراء پیش کی ہیں۔

قدیم تصورِ قومیت اور ریاست پر اسلامی مفکرین کی رائے

قدیم تہذیبوں میں قومیت اور ریاست کا تصور نسلی، لسانی اور جغرافیائی بنیادوں پر استوار تھا۔ میسوپوٹامیا، مصر، یونان اور روم جیسی تہذیبوں میں بادشاہت اور قبائلی عصبیت کے ذریعے ریاستیں تشکیل دی جاتی تھیں۔ابن خلدون (1332-1406) نے اپنی کتاب کے مقدّمہ میں ریاست کے قیام میں عصبیت (Tribal Solidarity) کے کردار کو بنیادی قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، کسی بھی قوم یا قبیلے کے اندر جب اجتماعی عزم (group feeling) مضبوط ہوتا ہے تو وہ اقتدار حاصل کر لیتے ہیں، لیکن جیسے ہی وہ کمزور ہوتے ہیں، ریاست زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ ان کا یہ نظریہ آج بھی قوموں کے عروج و زوال کو سمجھنے کے لیے ایک مؤثر فریم ورک فراہم کرتا ہے[21]۔ چنانچہ ان کے مطابق قدیم ریاستیں زیادہ تر طاقت کے اصول پر استوار تھیں، جہاں حکمران کی حیثیت مرکزی اور ناگزیر تھی۔

اسلامی تصورِ قومیت اور ریاست پر اسلامی مفکرین کی رائے

اسلامی قومیت کا تصور محض نظریاتی گفتگو نہیں بلکہ ایک عملی نظام کی بنیاد بھی فراہم کرتا ہے۔ اس تصور نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلم معاشروں کو باہم جوڑ کر ایک مشترکہ تہذیب میں ڈھالا۔ اسلامی تاریخ میں مختلف مفکرین نے اس تصور کی تشریح اپنے اپنے دور کے سیاسی، سماجی اور فکری پس منظر میں کی۔ انہی مفکرین کے افکار کو سمجھنا اسلامی قومیت کے جامع تصور تک پہنچنے میں مدد دیتا ہے۔

اسلام کے ظہور نے قومیت کا ایک نیا تصور متعارف کرایا، جو جغرافیہ، نسل یا زبان کے بجائے ایمانی وحدت پر مبنی تھا۔ قرآن نے واضح کیا کہ تمام انسان برابر

---

[21]۔ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد .**المقد مة** .بیروت: دار الفکر، د.ت، ص: 55–66.

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

ہیں اور ان کے درمیان برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے[22]۔اس اصول کو نبی اکرم ﷺ نے عملی طور پر نافذ کیا، جس کی بہترین مثال میثاقِ مدینہ ہے، جو تاریخ کی پہلی دستوری ریاست کے طور پر جانی جاتی ہے۔ اس معاہدے نے قبائلی اور نسلی تفریق کو ختم کر کے ایک نظریاتی قومیت کو فروغ دیا، جہاں تمام شہریوں کو مساوی حقوق دیے گئے۔[23] اس کے علاوہ، خطبہ حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے نسل، رنگ اور زبان کی بنیاد پر کسی بھی قسم کے امتیاز کو رد کیا، اور اسلامی اخوت کو قومیت کی بنیاد قرار دیا۔

اسلامی قومیت ایک روحانی بندھن ہے جو تمام مسلمانوں کو "امت واحدہ" میں جوڑتا ہے، اور جس کا مقصد دنیا میں عدل، امن اور فلاح کا قیام ہے۔

یہ نظریہ آج بھی عالم اسلام کو متحد رکھنے کے لیے ایک موثر فکری و عملی بنیاد فراہم کرتا ہے۔اسلام کے ظہور نے قومیت کا ایک نیا تصور متعارف کرایا، جو جغرافیہ، نسل یا زبان کے بجائے ایمانی وحدت پر مبنی تھا۔ قرآن نے واضح کیا کہ تمام انسان برابر ہیں اور ان کے درمیان برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے ۔

امام الماوردی (972-1058) نے *الاحکام السلطانیہ* میں اسلامی حکومت کے بنیادی اصولوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ اسلامی ریاست کا مقصد عدل و انصاف کا قیام، عوام کی فلاح و بہبود، اور شریعت کا نفاذ ہے۔[3] ابن تیمیہ (1263-1328) نے بھی اسلامی حکومت کے لیے شریعت کی پاسداری کو لازمی قرار دیا اور کہا کہ حکمران کو عادل، اہل اور دیانت دار ہونا چاہیے، جبکہ قومیت کی بنیاد اسلام کی ایمانی وحدت پر ہونی چاہیے، نہ کہ نسل، زبان یا جغرافیہ پر[24]۔

شاہ ولی اللہ دہلوی (1703-1762) نے بھی اسلامی قومیت کے تصور کو اجاگر کیا اور کہا کہ مسلمانوں کی حقیقی طاقت ان کی دینی وحدت میں مضمر ہے۔[25] وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی ریاست صرف ایک جغرافیائی خطے تک محدود نہیں ہونی چاہیے بلکہ پوری امتِ مسلمہ کے اتحاد پر مبنی ہونی چاہیے۔ ان مفکرین کی آرا سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام ایک ایسا معاشرتی نظام پیش کرتا ہے جو عدل، مساوات اور اخوت پر مبنی ہے۔ ان کے مطابق اسلامی ریاست کا مقصد نہ صرف سیاسی نظم و نسق قائم کرنا ہے بلکہ فرد اور معاشرے کو اخلاقی و روحانی طور پر بلند کرنا بھی ہے۔ ان کے افکار سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ اسلام ایک نظریاتی امت کے قیام کا داعی ہے، جو دنیاوی حدود سے ماورا ہو۔

معاصر تصورِ قومیت اور قومی ریاستوں کی تشکیل پر اسلامی مفکرین کی رائے

مغربی سیاسی افکار کی روشنی میں جب قومی ریاست (Nation-State) کا

---

[22] *الحجرات 49:13- اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔*

[23] - Surjeant, R. B. "W. Montgomery Watt: Muḥammad at Medina. xiv, 418 pp., Oxford: Clarendon Press, 1956. 42s." *Bulletin of the School of Oriental and African Studies* 21, no. 1 (1958): 187-188.

[24]۔ الماوردی، الاحکام السلطانیہ (قاہرہ: دار الفکر، 1996)

[25]۔ ابن تیمیہ، السیاسۃ الشریعۃ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1996۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

تصور ابھرا، تو اس نے دنیا کے سیاسی و جغرافیائی نقشے کو یکسر بدل دیا۔ یہ تصور، جس کی بنیاد جغرافیہ، زبان اور نسل پر رکھی گئی، اسلامی دنیا کے لیے ایک چیلنج بن کر سامنے آیا۔ اسلامی مفکرین نے اس نئے نظام کو اپنے دینی اصولوں کی روشنی میں پرکھنے کی کوشش کی۔ ان کی تحریریں اس علمی کشمکش کا آئینہ دار ہیں جو اسلام اور مغرب کے سیاسی تصورات کے درمیان جاری رہی۔انیسویں اور بیسویں صدی میں مغرب میں قومی ریاستوں (Nation-State) کا تصور پروان چڑھا، جس میں ریاست کی بنیاد جغرافیہ، زبان، اور ثقافت پر رکھی گئی۔ اس تبدیلی نے مسلم دنیا میں بھی نئی فکری بحثوں کو جنم دیا۔

علامہ اقبال نے مغربی قومی ریاست کے تصور پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی قومیت کی بنیاد مشترکہ عقیدہ اور روحانی وحدت پر ہے۔ ان کے مطابق، مسلمانوں کو جغرافیائی سرحدوں کے بجائے ایک نظریاتی ریاست کے قیام پر توجہ دینی چاہیے۔ انہوں نے کہا:

اسلام میں قومیت کا تصور وطن، رنگ و نسل کی بنیاد پر نہیں بلکہ لا الہ الا اللہ پر ہے[26]۔

مولانا مودودی (1903-1979) نے بھی قومی ریاست کے جدید تصور کو تنقید کا نشانہ بنایا اور کہا کہ یہ تصور مسلمانوں کو تقسیم کرنے اور امت کے وحدانی نظریے کو کمزور کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ان کے مطابق، اسلامی ریاست کی بنیاد اللہ کی حاکمیت (Sovereignty of Allah) اور شریعت کے نفاذ پر ہونی چاہیے، نہ کہ مغربی طرز کی جمہوری قوم پرستی کے اصولوں پر۔[27]سید قطب (1906-1966) نے اپنی کتاب *معالم فی الطریق* میں جدید قومی ریاست کو جاہلیت قرار دیا اور کہا کہ مسلمانوں کو اسلام کی اصل بنیادوں پر مبنی ریاست کی طرف لوٹنا چاہیے، جو جغرافیائی سرحدوں سے بالاتر ہو اور اسلامی اخوت کے اصولوں پر قائم ہو۔[28]

اسلامی مفکرین کا عمومی رجحان یہ رہا ہے کہ قومیت کی بنیاد نسلی یا جغرافیائی تفریق کے بجائے ایمانی وحدت پر ہونی چاہیے۔ قدیم معاشروں میں قومیت اور ریاست کا تصور محدود اور طبقاتی تھا، جبکہ اسلام نے ایک عالمگیر اور نظریاتی ریاست کا تصور دیا۔ معاصر دور میں، جہاں قومی ریاستوں کا مغربی ماڈل رائج ہوا، اسلامی مفکرین نے اس پر تنقید کرتے ہوئے امت کی وحدت پر زور دیا اور اسلامی ریاست کو ایک وسیع نظریہ قرار دیا جو جغرافیہ سے زیادہ عقیدے پر مبنی ہے۔ تاہم، موجودہ دور میں کئی مسلم ممالک نے جدید قومی ریاستی نظام کو اپنا لیا ہے، جس پر اسلامی مفکرین کے درمیان ایک علمی اور فکری بحث جاری ہے کہ آیا اسلامی اصولوں کو جدید قومی ریاستوں کے ساتھ ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔

قومیت اور ریاست کے تصورات انسانی تاریخ میں ارتقائی مراحل سے گزرے ہیں۔ قدیم ادوار میں قومیت کی بنیاد نسل، جغرافیہ، اور ثقافت پر تھی، جبکہ ریاستوں کی تشکیل طاقتور حکمرانوں، قبائلی سرداروں، یا مذہبی پیشواؤں کے تحت ہوتی تھی۔

---

[26]- *علامہ محمد اقبال*۔ شارح: شفیق احمد. ناشر: پاپولر پبلشنگ ہاؤس. شہر: لاہور. سن: 1990

[27]- مودودی، سید ابو الاعلیٰ۔ *اسلامی قانون*۔ نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 1986۔

[28]- قطب، سید۔ *معالم فی الطریق*۔ قاہرہ: دار الشروق، 2006۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

میسوپوٹامیا، مصر، یونان، اور روم میں قومیت مذہب اور بادشاہت سے جڑی تھی، جبکہ عرب معاشرت میں قبائلی عصبیت غالب تھی۔ جدید قومی ریاستیں سیکولر قوانین اور جغرافیائی سرحدوں پر قائم ہیں، جبکہ اسلامی نظریہ قومیت عقیدہ، عدل، اور مساوات پر مبنی ہے۔ اس لیے، اسلامی مفکرین جدید قومی ریاستوں کو ایک عملی ضرورت سمجھتے ہیں لیکن ان میں اسلامی اصولوں کے نفاذ پر زور دیتے ہیں تاکہ ریاست کا نظام عدل اور مساوات کے اصولوں پر قائم ہو۔

اس فکری بحث نے امت مسلمہ کے داخلی اتحاد اور بیرونی روابط پر گہرا اثر ڈالا۔ بعض مفکرین نے قومی ریاستوں کے قیام کو اسلامی مقاصد کے خلاف سمجھا، جبکہ کچھ نے اسے اجتہادی طور پر تسلیم کرتے ہوئے امت کے مفاد میں اس کی تطبیق پر زور دیا۔ آج بھی یہ بحث مسلم دنیا میں جاری ہے کہ آیا اسلامی نظریات کو جدید قومی ریاست کے قالب میں ڈھالا جا سکتا ہے یا اسلامی نظریات ایک نئے سیاسی ماڈل کا تقاضا کرتے ہیں۔

الغرض اس بحث کو سمیٹے ہوئے سدابوالاعلیٰ مودودیؒ کی فکری روشنی[29] میں ا س کا خلاصہ یوں بیان کیا جاسکتاہے:

اسلامی تصورِ قومیت میں انسان کی ابتدائی حالت کو وحشت سے مدنیت کی طرف ایک قدم کی مانند دیکھا گیا ہے، جس میں کثرت میں وحدت کی ضرورت اجاگر کی گئی ہے۔ تمدن کی ترقی کے ساتھ اجتماعی وحدت کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد اس میں شامل ہو جاتی ہے، جسے 'قوم' کہا جاتا ہے۔ قومیت کے بنیادی تصورات جدید دور میں مختلف اصطلاحات میں بدل چکے ہیں، لیکن ان کا اصل مفہوم اتنا ہی قدیم ہے جتنا تمدن کا آغاز۔

قومیت کے لوازم:

قومیت کی ابتدا ایک معصوم جذبے سے ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ عصبیت کا عنصر بھی آ جاتا ہے، جس کے تحت قوم اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے اپنے اور غیر کے درمیان امتیاز کرتی ہے۔ اس عصبیت کی شدت کے ساتھ قومیت کی حد بندی بھی بڑھتی ہے، جو کبھی صلح اور کبھی جنگ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔

قومیت کے عناصر :قومیت کے قیام میں مختلف اشتراکات اہم ہوتے ہیں:

1. نسلیت (نسلی اشتراک)
2. وطنیت)ملک یا وطن کا اشتراک(
3. زبان کا اشتراک (قومیت کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے)
4. رنگ کا اشتراک (نسلی و رنگی تفاوتوں کو جنم دیتا ہے)
5. معاشی اغراض کا اشتراک (معاشی فرق قومیت میں فرق پیدا کرتا ہے)
6. حکومتی نظام کا اشتراک (سلطنت کی رعایا کے درمیان فرق)

ان تمام اشتراکات کی بنیاد پر مختلف قومیتیں قائم ہوئی ہیں اور ان کا اثر دنیا بھر میں مختلف اقوام کی تقسیم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

---

[29] مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ *اسلامی قانون*۔ نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، 1986۔

Dialogue Social Science Review (DSSR)
www.thedssr.com

ISSN Online: 3007-3154
ISSN Print: 3007-3146

DIALOGUE SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol. 3 No. 9 (September) (2025)

عصبیت اور جاہلیت:

قومیت کے یہ اشتراکات عصبیت کو جنم دیتے ہیں، جو مختلف اقوام کے درمیان نفرت، مخالفت، اور عدم توازن پیدا کرتی ہے۔ یہ عصبیت انسان کو دوسروں سے نفرت کرنے، ان کی حق تلفی کرنے اور جنگی حالات پیدا کرنے پر مجبور کرتی ہے، جو کہ انسانی اخلاقیات کے برخلاف ہے۔

عقل و منطق سے تنقید :

قومیت کی بنیادوں کو عقل و منطق کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ سوالات اٹھتے ہیں کہ کیا ان اشتراکات میں کوئی مضبوط عقلی بنیاد ہے یا یہ محض تخیلات ہیں؟ کیا نسل، رنگ، زبان یا وطن انسانی خصوصیات کا صحیح معیار ہیں؟ یہ سب سوالات اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ قومیت کی موجودہ بنیادیں انسانیت کے لیے فطری یا عقلی نہیں ہیں، بلکہ یہ ایک مصنوعی تقسیم ہیں جو انسانوں کو آپس میں متصادم اور دشمن بنا دیتی ہیں۔

اختتامیہ

مذکورہ بحث سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ قوم اور قومیت کے مختلف نظریاتی و سماجی پہلوؤں کے باوجود اسلامی تعلیمات ایک ایسا فریم ورک مہیا کرتی ہیں جو نسلی، لسانی اور ثقافتی اختلافات کو وحدت میں ڈھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ پاکستان جیسے کثیرالثقافتی ملک میں قومی یکجہتی کا قیام اسی وقت ممکن ہے جب قومیت کی بنیاد اسلامی اصولوں، یعنی ایمان، اخوت، عدل اور مساوات پر رکھی جائے۔ اس طرح نہ صرف داخلی ہم آہنگی اور امن قائم ہو گا بلکہ عالمی سطح پر بھی پاکستان ایک متحد اور متوازن قوم کے طور پر اپنی شناخت کو مضبوط بنا سکے گا۔

نتائج

قوم اور قومیت محض نسلی یا جغرافیائی عوامل کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ہمہ جہت تصور ہے جس میں زبان، ثقافت، مذہب اور تاریخ شامل ہیں۔اسلامی تعلیمات کے مطابق حقیقی قومیت ایمان، اخوت، عدل اور مساوات پر استوار ہے، جو انسانوں کو نسلی و لسانی تفریق سے بالاتر کر دیتی ہے۔پاکستان ایک کثیرالثقافتی اور کثیرلسانی معاشرہ ہے جہاں قومی یکجہتی کا چیلنج نمایاں ہے، تاہم اسلامی اصول ان تنوعات کو وحدت میں بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔پاکستانی معاشرے میں قومی تعمیر کے عمل میں اسلامی تعلیمات ایک نظریاتی اور عملی بنیاد فراہم کرتی ہیں، جو سماجی ہم آہنگی اور ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو اسلامی قومیت کا تصور ایک ایسا جامع ماڈل فراہم کرتا ہے جو بین الاقوامی سطح پر امن، انصاف اور باہمی تعاون کے فروغ میں مددگار ہو سکتا ہے۔

سفارشات

قومی نصاب تعلیم میں قومیت اور اسلامی اخوت کے تصور کو لازمی طور پر شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل فکری و عملی سطح پر قومی ہم آہنگی کی قدروں سے آگاہ ہو۔پاکستان کی مختلف لسانی و ثقافتی کمیونٹیز کے درمیان مکالمہ اور ہم آہنگی کے فروغ کے لیے ریاستی سطح پر خصوصی پروگرامز متعارف کروائے جائیں۔میڈیا اور ابلاغی ذرائع کو اس امر کا پابند بنایا جائے کہ وہ قومی وحدت اور اسلامی اقدار

کے فروغ میں تعمیری کردار ادا کریں۔سیاسی و سماجی پالیسیوں میں اسلامی اصولوں کو بنیاد بنایا جائے تاکہ معاشرتی انصاف، مساوات اور بھائی چارہ فروغ پائے۔بین الاقوامی سطح پر پاکستان کو چاہیے کہ وہ اسلامی قومیت کے تصور کو اجاگر کرے اور اسے عالمی امن و تعاون کے ایک ماڈل کے طور پر پیش کرے۔